OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

خودکشی کی صورتیں، مشابہ اسباب اور ان کا شرعی حکم
Types of Suicide, its Similar Reasons and their Shariah Ruling

Hafiz Muhammad Hanif
Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan
Dr Manzoor Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University, Dera Ismail Khan

Abstract

Islam is a complete code of life. It has given sanctity and importance to human life. The holy Quran announces, “We have bestowed dignity on the children of Adam” (Quran 17:70). Similarly, the life of an individual has been granted such a significance that according to the Quran, if anyone killed a person without any reason, it would be as if he killed all mankind and saving one life would be equal to saving of whole humanity (Quran 5:32). In the light of such instructions, one can easily imagine the sacredness of human life in Islam. Unfortunately, in Pakistan and other parts of the world, suicide has become very common and it is especially highest in the teens and young adults. In Islam, suicide is strictly forbidden and no one has any right to end his life. This study tries to look into different methods commonly adopted for committing suicide and Islamic teachings to curb this menace from the society. It also endeavors to show that Islam is a religion of hope and emphasizes on the believers to trust in Allah Almighty and struggle hard to achieve

CC BY

the goals. Islamic teachings leave no room for any frustration and hopelessness in life.

Keywords: Suicide, Similar Reasons, Shariah Ruling

تمہید

اسلام دینِ فطرت ہونے کے ناطے انسان کو درپیش تمام حالات میں اسلامی روح کے مطابق خود کو ڈھالنے اور نبرد آزما ہونے کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے اور اپنے ماننے والے کو تکلیف مالا یطاق میں نہیں ڈالتا۔ اس کی بہترین مثال سورۃ البقرہ کی یہ آیت "فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "[1] ہے کہ اضطراری حالت میں مردار وغیرہ کھانے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے ساتھ انسان پر کچھ پابندیاں بھی عائد کی ہیں تاکہ وہ نظام کو درہم برہم کرنے سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے، ان حدود میں ایک خود اپنی جان کی حفاظت بھی ہے۔ اللہ نے سورۃ الاسراء میں خود کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا ہے، "وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ "[2]۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو حالات سے مجبور ہو کر ناامید نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ حالات کا اختلاف اللہ کی طرف سے ہے اور ان کا بدلنا بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا ہر حال میں اللہ سے نیکی، آسانی اور خیر کی امید رکھنی چاہیئے۔ انسان اپنی جبلی کمزوریوں کی بناء پر بعض اوقات اتنا مجبور اور ناامید ہو جاتا ہے کہ کسی بھی طریقے سے اپنے درپیش مسائل سے خود کو نکال نہیں سکتا تو وہ خودکشی کا سہارا لے کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے، جس کے لئے وہ مختلف طریقے اپناتا ہے۔ یہاں کسی کی جان لینا یعنی قتل کرنا یا خود کو قتل کرنے کی مختلف صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ فقہاء کرام کے نزدیک گردن کی رگوں کو پھاڑنا اور حلقوم کو کاٹنا نحر یا ذبح ہے جبکہ انتحار کی جگہ گلے سے نیچے ہے جس کا اطلاق خودکشی پر ہوتا ہے، جسے انگریزی زبان میں (Suicide) کہا جاتا ہے، خواہ کسی ذریعہ سے ہو۔ اس وجہ سے اس کے احکام " قتل الانسان نفسہ "کے عنوان کے ذیل میں آتے ہیں۔ خودکشی کی انواع واقسام اور مختلف صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کسی تیز دھار والے آلے یا پستول وبندوق سے خود کو مارنا

پرانے زمانے سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ جو لوگ خودکشی کرنا چاہتے ہیں وہ تلوار، خنجر یا چاقو سے خود کو گہرا زخم لگا دیتے ہیں یا پستول، بندوق وغیرہ سے گولی مار کر خود کو ختم کر دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات انسان اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا اور مرنے سے تو بچ جاتا ہے لیکن زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ کمزوری کی وجہ سے لمبے عرصے تک بستر پر پڑا رہتا ہے یا اس کا کوئی عضو خراب ہو جاتا ہے اور زندگی بھر افسوس کرتا رہتا ہے۔

(۲) زہر کھانا

زہر کھنے کے بارے میں الموسوعۃ الفقہیۃ میں لکھا ہے۔ "فَإِذَاكَانَ إِزْهَاقُ الشَّخْصِ نَفْسَهُ بِإِتْيَانِ فِعْلٍ مَنْهِيٍّ عَنْهُ ،كَاسْتِعْمَالِ السَّيْفِ --- مِنَ السَّبُعِ الَّذِي يُمْكِنُ النَّجَاةُ مِنْهُ ،فَهُوَانْتِحَارٌبِطَرِيقِ السَّلْبِ "[3] اگر کسی نے کسی فعل ممنوع سے اپنی جان کا خاتمہ کیا جیسے تلوار، تیز چاقو، نیزہ، پستول یا بندوق استعمال کر کے یا زہر کھایا، یا خود کو کسی اونچی جگہ سے گرا دیا، یا آگ میں خود کو گرا دیا یا پانی میں ڈوب جانے کے لئے چھلانگ لگائی وغیرہ، یہ سب اختیاری افعال کے ذریعے خود کو مارنے کے طریقے ہیں۔ اگر واجب سے اعراض کر کے خود کو مار ڈالے جیسے کھانا پینا چھوڑ دینا، ایسے زخم کا علاج نہ کرنا جس

کے ٹھیک ہونے کا یقین ہو، یا پانی میں گر کر نکلنے کی کوشش نہ کرنا، کسی درندے سے بچنا ممکن تھا اس سے بچنے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ تمام افعال انتحار یعنی خودکشی کے ایسے طریقے ہیں جن پر خودکشی کا حکم لگتا ہے کیوں کہ آدمی نے خود اپنے اختیار سے جان لینے کی کوشش تو نہیں کی لیکن جان بچانے سے گریز کیا۔ خودکشی کرنے والے کے ارادے کے لحاظ سے خودکشی کی درج ذیل اقسام ہیں: (۱) انتحار عمد یعنی جان بوجھ کر خودکشی کرنا (۲) انتحار خطا یعنی غلطی سے انسان کا اپنی جان لینا۔ المسوعۃ الفقہیۃ میں لکھا ہے "قتل عَمْدًا وَالانتِحَارِ خطأً. فَإِذَا ارْتَكَبَ الشَّخْصُ عَمَلاً ۔۔۔ نَفْسَهُ بِمَا لاَيَقْتُل غَالِبًا، كَالسَّوْطِ وَالْعَصَا "[4] جس نے عمدا اپنے آپ کو قتل کیا یا بلا عمد اپنی جان لے لی پس جس شخص نے عملاً اس کا ارتکاب کیا اور ایسے آلے کے ذریعے اپنی جان لے لی جس کے ذریعے عموماً قتل نہیں کیا جاتا جیسے چابک یا لاٹھی وغیرہ۔

(۱) انتحار عمد یعنی جان بوجھ کر خودکشی کرنا

اگر ایک آدمی کوئی ایسا کام کرے جس سے وہ مر جائے اور اس نے یہ عمل اسی نیت سے کیا ہو تو یہ خودکشی کہلائے گی جیسے خود کو مارنے کی نیت سے خود کو گولی مارنا، یا تیز دھار آلہ سے خود کو مارنا، یا رگ کاٹنا وغیرہ۔

(۲) انتحار خطا یعنی غلطی سے انسان کا اپنی جان لینا

اگر کوئی اپنے دشمن کا یا شکار کا نشانہ لگا کر گولی مارنا چاہتا تھا اور وہ گولی اسے لگے جس سے وہ مر جائے تو اس سے خطاء خودکشی ہو گی اسکے علاوہ اگر انسان خود کو کسی ایسے آلہ سے مارے جس سے عموماً قتل نہیں کیا جاتا جیسے کوڑے سے یا لاٹھی سے خود کو مارے جس سے وہ مر جائے تو مالکیہ کے علاوہ باقی آئمہ اسے شبہ عمد کہتے ہیں۔[5]

خودکشی کی حکمی صورتیں اور ان کی مثالیں

حکمی طریقے سے خودکشی کی چند ایک شکلیں ہیں، ان کا تفصیلاً یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) مباح چیزوں سے گریز کرنا

جس نے مباح چیز سے گریز کر کے خود کو موت کے حوالے کر دیا تو یہ خودکشی کرنے والا ہو گا یہ تمام اہل علم کے ہاں اپنی جان ضائع کرنے والا ہے۔[6] اس بارے میں علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے، "لِأَنَّ الْأَكْل لِلْغِذَاءِ وَالشُّرْبَ لِدَفْعِ الْعَطَشِ فَرْضٌ ۔۔۔ إِلْقَاءَ النَّفْسِ إِلَى التَّهْلُكَةِ الْمَنْهِيِّ عَنْهُ فِي مُحْكَمِ التَّنْزِيل "[7] لہٰذا غذا کے لئے کھانا، پیاس بجھانے کے لئے پانی پینا اتنی مقدار میں فرض ہے جس سے جان بچ جائے، اسلئے اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا تو اس نے خودکشی کی اسلئے کہ اس نے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اور قرآن مجید نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ بدائع الصنائع میں لکھا ہے "وَإِذَا اضْطُرَّ الإِنْسَانُ لِلأَكْل أَوِالشُّرْبِ مِنَ ۔۔۔ انفسَهُ إِلَى التَّهْلُكَةِ "[8] اگر انسان کھانے پینے کے سلسلے میں حرام چیز جیسے مردار، خنزیر اور شراب کے لئے حالت اضطرار میں ہو اور استعمال نہ کرنے سے اسے اپنی موت کا یقین ہو اور پھر بھی وہ ان چیزوں کا استعمال نہ کرے تو خود کو ہلاک کرنے والا شمار ہو گا۔ اگر حرام چیزیں کھانے پینے پر کوئی مجبور ہو جائے مثلاً سور، مردار اور شراب وغیرہ اور اسے غالب گمان ہو کہ اگر وہ ان میں سے کوئی چیز نہ کھائے تو مر جائے گا، اور پھر بھی وہ گریز کرتا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ خودکشی کرنے والا ہو گا اور اس شخص جیسا ہو گا جس نے کھانے پینے پر قدرت رکھنے کے باوجود کھانا پینا چھوڑ دیا ہو۔ کیونکہ ایسے حالات میں انکو چھوڑ دینے والا خود کو ہلاک کرنے والا شمار ہو گا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ "[9] اور خود کو ہلاک نہ کرو۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں ان چیزوں کے کھانے کی اجازت

دی ہے۔"وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ"[10] اور یقیناً تمہارے لئے حرام چیزوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے البتہ اگر حالت اضطراری ہو (تو اجازت ہے)۔اضطرار اور اکراہ کے بارے میں بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ "وَالِاسْتِثْنَاءُ مِنَ التَّحْرِيمِ إِبَاحَةٌ ،وَقَدْ تَحَقَّقَ الِاضْطِرَارُ بِالْإِكْرَاهِ، ---مُلْقِيًا نَفْسَهُ إِلَى التَّهْلُكَةِ "[11] اور تحریم سے استثنا جائز ہے اور یہاں اکراہ ہونے کی وجہ سے اضطرار ثابت ہو گیا، اگر وہ اس کے کھانے سے انکار کرے گا اور کوئی اس سے مر جائے تو اس کا مواخذہ ہو گا اور اسے خودکشی کرنے والا سمجھا جائے گا۔

(۲) قدرت کے باوجود حرکت نہ کرنا

اگر کسی کو جاری پانی میں یا ٹھہرے ہوئے گہرے پانی میں ڈال دیا گیا لیکن پانی میں ڈوبا ہوا نہیں تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نہیں تھے اور وہاں سے نکلنا اس کے لئے ممکن بھی تھا، لیکن پھر بھی وہ اس میں لیٹا رہے تاوقتیکہ اسی میں مر گیا تو پھر یہ شخص خودکشی کرنے والا ہو گا اور علماء کے ہاں اسے پانی میں ڈالنے والے پر نہ قصاص واجب ہو گا اور نہ دیت، کیونکہ موت اس کے اپنے فعل سے واقع ہوئی ہے کہ وہ پانی میں پڑا رہا لہٰذا پانی میں ڈالنے والا ضامن نہ ہو گا۔ بالکل اسی طرح اگر کسی کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ آگ معمولی قسم کی تھی اور معمولی کوشش سے وہ آگ سے نکل کر خود کو بچا سکتا تھا لیکن اس نے نکلنے کی کوشش نہیں کی جس سے وہ جل کر مر گیا تو بھی وہ خودکشی کرنے والا ہو گا۔ اس مسئلے میں حنابلہ کا اختلاف ہے اس بارے میں المغنی میں لکھا ہے":لَوْ تَرَكَهُ فِي نَارٍ يُمْكِنُهُ التَّخَلُّصُ مِنْهَا فَلَمْ يَخْرُجْ يَضْمَنُ --- أَوْ أَذْهَبَ تَعْقُلَهُ بِأَلَمِهَا وَرَوْعَتِهَا"[12] اگر کسی کو معمولی آگ جس سے نکلنا ممکن تھا، میں ڈالا گیا لیکن وہ نہیں نکلا اور مر گیا تو ڈالنے والا ضامن نہ ہو گا کیونکہ اس نے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ دوسرے قول میں ڈالنے والا ضامن ہو گا کیونکہ اس کے ڈالنے سے وہ ہلاک ہوا ہے اور جان بچانے کی کوشش نہ کرنا ضمان سے کسی کو بری نہیں کرتا، جیسے کسی دوسرے کو زخمی کیا اور اس نے خون بند کرنے کے لئے پٹی نہیں باندھی اور زخم کا علاج نہیں کیا۔پانی کی بات دوسری ہے کہ وہ بذات خود ہلاک کرنے والا نہیں کیونکہ اس میں لوگ تیرتے ہیں اور شکار پکڑنے کے لئے اس میں داخل بھی ہوتے ہیں، جبکہ آگ معمولی بھی ہو تو مہلک ہے، دوسری یہ کہ آگ میں شدید گرمی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ وہ گرمی کی اس شدت سے بدحواس ہو کر بچنے کے لئے نکلنا بھول گیا ہو یا پھر خوف یا جلنے کی تکلیف سے عقل کام کرنا چھوڑ گیا ہو۔

(۳) علاج اور دوا نہ کرنا

کوئی شخص بیمار ہو لیکن سستی یا ویسے ہی اس نے اپنا علاج اسلئے نہیں کیا کہ اسے یہ یقین تھا کہ شفا دوا سے حاصل نہیں ہو سکتی تو اس بارے میں حنابلہ کا یہ کہنا ہے کہ، "الِامْتِنَاعُ مِنَ التَّدَاوِي فِي حَالَةِ الْمَرَضِ لَا يُعْتَبَرُ انْتِحَارًا عِنْدَ عَامَّةِ الْفُقَهَاءِ ---إِذِ الْبُرْءُ غَيْرُ مَوْثُوقٍ بِهِ"[13] اگر کوئی بیمار ہو اور اپنی بیماری کا علاج نہ کرے جس سے وہ مر جائے تو یہ خودکشی کرنے والا نہ ہو گا اور گنہگار نہ ہو گا کیونکہ علاج کرنے سے شفاء حاصل ہونا یقینی نہیں، اسی طرح ایک شخص بری طرح زخمی ہوا جس کا اس نے علاج نہ کیا یا علاج شروع کر کے چھوڑ دیا تو بھی وہ خودکشی کرنے والا نہ ہو گا، کیونکہ علاج کرنے سے شفاء یقینی نہیں، اور اسے زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہو گا۔نہایۃ المحتاج میں لکھا ہے کہ "لَوْ تَرَكَ الْمَجْنِيُّ عَلَيْهِ عَصْبَ الْعِرْقِ---عن الْقَتْلِ عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ "[14] البتہ اگر معمولی قسم کا زخم ہو اور اس کا علاج کرنے سے ٹھیک ہونا یقینی ہو جیسے ہڈی پر پٹی نہ باندھی، جس سے وہ ہلاک ہو گیا تو وہ خودکشی والا شمار ہو گا، اس بارے میں شافعیہ کے ہاں زخمی کرنے والے شخص سے قتل کرنے کے متعلق

نہیں پوچھا جائے گا۔ اس بارے میں حنابلہ کا مسلک ہے کہ "وَصَرَّحَ الْحَنَابِلَةُ بِخِلاَفِهِ،وَقَالُوا إِنْ تَرَكَ شَدَّالْفِصَادِ مَعَ إِمْكَانِهِ لاَيَسْقُطُ الضَّمَانُ، كَمَالَوْجُرِحَ فَتَرَكَ مُدَاوَاةَجُرْحِهِ "[15]اس مسئلہ میں بھی پٹی باندھنے سے ٹھیک ہونے کا امکان ہو اور زخمی پٹی نہ باندھے تو زخمی کرنے والے سے ضمان ساقط نہ ہو گا جس طرح زخمی اپنے زخم کا علاج نہ کرے۔ اس بارے میں احناف کا قول ہے کہ" وَمَعَ تَصْرِيحِ الْحَنَفِيَّةِ بِأَنَّ تَرْكَ الْعِلاَجِ لاَيُعْتَبَرُ لاَقَوَدَ فِيهِ"[16]علاج چھوڑ دینا معصیت نہیں کیونکہ شفایاب ہونا یقینی نہیں تاہم انہوں نے یہ بات بھی کی ہے کہ قتل کی جگہوں کے علاوہ جس نے کسی بھی عضو یا حصہ میں قصداً سوئی چھبوائی جس سے وہ مر گیا تو اس میں قصاص واجب نہ ہو گا. اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح شافعیہ نے مہلک زخم اور غیر مہلک زخم میں فرق کیا ہے اسی طرح حنفیہ نے بھی ان میں فرق کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر معمولی زخم جس سے خون بہہ رہا ہو، کو اسی طرح چھوڑ دیا جائے جس سے زخمی کی جان چلی جائے تو یہ صورت خودکشی کے مشابہ ہو گی۔

خودکشی کے مشابہ اسباب

اگر کوئی شخص کشتی میں جا رہا ہے اور کشتی میں آگ لگ گئی، اب اگر وہ کشتی میں رہے تو جل جائے گا اور پانی میں چھلانگ لگائے تو ڈوب جائے گا تو اب اس کو اختیار ہے کہ جس فعل کو چاہے انجام دے، اگر پانی میں چھلانگ لگائی جس سے ڈوب کر مر گیا تو جائز ہے یا آگ میں جلنے کے لئے خود کو چھوڑ دیا تو بھی جائز ہے کیونکہ بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ خودکشی کی حرام صورت نہیں۔[17]احناف میں صاحبین کی رائے الشرح الکبیر میں یوں لکھی ہے، "وَقَالا لِصَّاحِبَانِ مِنَ الْحَنَفِيَّةِ --- فَمَوْتُهُ بِفِعْلِ غَيْرِهِ"[18]: کہ ایسے شخص پر کشتی میں رکنا اس پر ضروری ہے اسلئے ایسی حالت میں خود کو پانی میں ڈال دیا تو اس کی موت کا اپنا فعل ہو گا اور اگر کشتی میں ٹھہرا رہا تو موت دوسرے کے فعل سے ہو گی۔

(ا)موت کے ایک سبب سے دوسرے کی طرف انتقال

اگر کوئی موت کے ایک سبب سے دوسرے سبب کی طرف سہولت کی خاطر منتقل ہوا تو جائز ہے کیونکہ موت تو یقینی ہے۔ اس بارے میں زیلعی نے لکھا ہے کہ "وَلَوْ قَالَلهُ :لَتُلْقِيَنَّ نَفْسَكَ فِي النَّارِأَوْمِنَ الْجَبَلِ---سَعْيٌ فِي إِهْلاَكِ نَفْسِهِ فَيَصْبِرُتَحَامِيًاعَنْهُ۔"[19]ترجمہ: اگر کوئی کسی کو دھمکی دے کہ خود کو آگ میں ڈال دو یا پہاڑ سے خود کو گرا دو ورنہ میں خود تم کو مار دوں گا، تو ظاہر ہے کہ اس میں بھی بچنے کی امید نہیں ہوتی لیکن سہولت ہو سکتی ہے، لہٰذا اس کو اختیار ہے کہ ایسا کرے یا نہ کرے، وہ اپنے خیال میں جس چیز کو آسان شمار کرے وہی اختیار کرے۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے، البتہ صاحبین کا اس بارے قول یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور خود ایسا فعل نہ کرے کیونکہ یہ خود کو ہلاک کرنے جیسا ہے۔ المغنی میں اس بارے میں لکھا ہے، "أَمَّا إِذَاظَنَّ السَّلاَمَةَ فِي الاِنْتِقَالِ مِنْ سَبَبٍ إِلَى --- هُوَالأَوْلَى ، مِمَّايَدُل عَلَى عَدَمِ الْوُجُوبِ" [20]
اگر موت کی ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہونے میں بچ جانے یا زیادہ دیر تک زندہ رہنے کا گمان ہو اگرچہ بعد کی موت پہلی موت سے زیادہ مشکل، سخت اور دردناک کیوں نہ ہو، تو مالکیہ کے ہاں ایسا کرنا اولیٰ (واجب) ہے کیونکہ جان کو بچانا اور حفاظت کرنا اولیٰ یعنی بہتر ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایسا کرنا واجب نہیں۔ ایسی موت کہ ایک سبب سے دوسرے سبب کی طرف منتقل ہو اس کی ایک اور مثال فقہاء نے لکھی ہے۔" أَنَّ هُلَوْتَبِعَ بِسَيْفٍ وَنَحْوِهِ مُمَيِّزًاهَارِبًامِنْهُ --- أَنَّ عَلَيْهِ نِصْفَ الدِّيَةِ." [21] ایک شخص نے تلوار ہاتھ میں لئے کسی کا پیچھا کیا اور وہ بھاگا اور جان بچانے کے لئے

خود چھت سے نیچے پانی میں چھلانگ لگائی یا نیچے آگ جل رہی تھی اس میں خود کو گرادیا جس سے وہ ڈوب کر یا جل کر مرگیا تواحناف اور شافعیہ کے ایک قول کے مطابق تلوار پکڑے شخص پر ضمان نہیں کیونکہ اس نے خود کو عمداً ہلاک کیا ہے جیسے کوئی کسی انسان کو خود قتل کرنے پر مجبور کرے اور وہ خود کو قتل کردے تو یہ خودکشی کے مشابہ ہے۔ امام شافعیؒ کے دوسرے قول کے مطابق قتل کی کوشش کرنے والے پر نصف دیت ہوگی۔ اس کی بجائے اگر اسے معلوم نہ تھا کہ نیچے اتنا گہرا پانی ہے جہاں سے اسے بچ کر نکلنا ممکن نہیں ہے یا آگ اتنی تیز اور زیادہ ہے جس سے زندہ بچ جانا ناممکن ہے اور اس نے اس میں جان بچانے کے لئے چھلانگ لگائی، یا وہ جان بچانے کی کشمکش میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ چھت پر بھاگ رہا ہے اور نیچے گرنے سے وہ مرجائے گا لیکن بھاگتے ہوئے وہ نیچے گر کر ہلاک ہوگیا، تو یہ خودکشی شمار نہ ہوگی بلکہ اس کے پیچھے بھاگنے والا ضامن ہوگا جیسے نہایۃ المحتاج میں لکھا ہے "أَمَّالَوْوَقَعَ بِشَيْءٍ مِمَّا ذُكِرَ جَاهِلاًبِهِ--- فِي هَرَبِهِ فِي الْأَصَحِّ"[22] لیکن اگر اسی سبب سے اس کی موت ناواقفیت کی وجہ سے ہوئی ہو جیسے مقتول اندھا تھا، یا اندھا نہیں تھا لیکن تاریکی تھی وہ راستے کو نہ پہچان سکا، یا کنواں تھا جس پر معمولی ڈھکنا رکھا ہوا تھا، یا بھاگنے والے شخص کو ایسے تنگ راستے کی طرف بھگایا جہاں وہ کسی درندے کا شکار ہوا تو ان صورتوں میں پیچھا کرنے والا ضامن ہوگا کیونکہ مقتول کا ارادہ خود کو بچانے کا تھا ہلاک کرنے کا نہیں تھا، اسی طرح چھت پر بھاگنے کے دوران چھت گر گئی اور وہ دب کر ہلاک ہوگیا تو بھی پیچھا کرنے والا شخص ضامن ہوگا۔ اس بارے میں المغنی میں لکھا ہے۔ " وَقَالَ الْحَنَابِلَةُ إِذَاطَلَبَ إِنْسَانًا بِسَيْفٍ ---أَعْمَى أَمْ بَصِيرًا،عَاقِلاً أَمْ مَجْنُونًا"[23] حنابلہ کے ہاں پیچھا کرنے والا شخص ہر صورت میں ضامن ہوگا خواہ بھاگنے والا اونچی جگہ سے گرے، چھت کے نیچے دب کر مرے، کنویں میں گرے، درندے سے مڈ بھیڑ ہو یا پانی میں گرے اور گرنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، مجنون یا صحیح سلامت ہو اور بینا ہو یا نابینا۔ مالکیہ میں مواہب الخلیل میں یہ تفصیل لکھی ہے: " مَنْ أَشَارَإِلَى رَجُلٍ بِسَيْفٍ، وَكَانَتْ --- فَلاَقِصَاصَ، وَفِيهِ الدِّيَةُعَلَى الْعَاقِلَةِ" [24] جب ایک آدمی اپنے دشمن کو تلوار دکھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھا، جس سے مخالف آدمی ڈر کر بھاگا اور اس نے بھی اسکا پیچھا کیا جس سے وہ اگر بغیر گرے مر گیا تو اس پر قصاص ہوگا، اور اگر گر کر مر جائے تو قصاص کے ساتھ قسامت بھی واجب ہوگی، لیکن اگر دونوں میں عداوت نہ ہو تو قصاص تو واجب نہیں لیکن عاقلہ پر اسکی دیت واجب ہوگی۔

(۲) اکیلے شخص کا دشمن کی صفوں پر حملہ کرنا

اگر کوئی اکیلا شخص دشمن کی فوج پر حملہ کرے اور اسے یہ یقین ہو کہ ایسا کرنے سے وہ شہید ہوگا تو اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے:

مالکیہ کا اس بارے میں مؤقف ہے کہ،"فَذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ إِلَى جَوَازِ إِقْدَامِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ ---ذَهَابَ نَفْسِهِ ، فَلاَ يُعْتَبَرُذَلِكَ انْتِحَارًا " [25] مالکیہ کے مسلک کے مطابق ایک اکیلا مسلمان کفار کے لشکر پر حملہ آور ہو سکتا ہے اگر اس کا اولین مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو اور اسے اپنے آپ پر یقین ہو کہ وہ دشمن کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور اس میں اتنی طاقت ہو تو شہادت کے یقین کے باوجود بھی اس کا یہ اقدام خودکشی نہیں ہوگی۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ طلب شہادت اور اخلاص کے ساتھ اگر وہ حملہ کرے اور مقصد دشمن کو نقصان پہنچانا ہو تو ایسا کر سکتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَاد"[26] اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے کہ جو اپنی جان تک کو اللہ

کی رضا کے لئے بیچ دیتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔ تفسیر قرطبی میں اس پر یہ اضافہ بھی کیا گیا ہے، "وَقَيَّدَهُ بَعْضُهُمْ بِأَنْ يَكُونَ قَدْغَلَبَ۔۔۔ايةًأَوْسَيُبْلِي أَوْيُؤَثِّرُأَثَرًايَنْتَفِعُ بِهِ الْمُسْلِمُونَ"[27] بعض حضرات نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ جب اسے یقین غالب ہو کہ وہ جس پر حملہ کرنے والا ہے اسے مار ڈال دے گا اور خود بچ جائے گا، اسی طرح اگر اسے یقین کامل ہو کہ خود تو شہید ہو جائے گا لیکن دشمن کو زبردست نقصان پہنچا دے گا یا بہادری کا مظاہرہ کر کے اتنا اثر انداز ہو گا کہ اس سے مسلمانوں کو خوب فائدہ ہو گا۔ ایسے اقدام کو خود کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں کہا جائے گا۔ اس بات کی تائید سنن ترمذی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اسلم ابو عمران کا روایت کردہ ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مسلمان نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کر کے اس میں دور تک گھس گیا جس کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ اس نے خود کو ہلاکت میں ڈال دیا، یہ بات سن کر ابو ایوب انصاریؓ نے فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کو غلط جگہ پر محمول کرتے ہو یہ آیت تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اسلام کو اللہ نے عزت بخشی اور لوگ اسلام کی حمایت کرنے لگے تو ہم میں سے بعض نے ایک دوسرے سے چپکے سے کہا کہ ہماری دولت ضائع ہو چکی ہے اور اب تو اللہ نے اسلام کو بہت عزت دی ہے ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ جہاد سے رک کر اپنے ضائع مال کو سنبھال لیں۔ اس پر ہمارے قول کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی "وانفقوافی سبیل اللہ ولاتلقوابایدیکم الی التھلکۃ"[28] ابن العربی نے اس کے صحیح کے لئے چار شرائط بیان کی ہیں:

(۱) طلب شہادت۔

(۲) دشمن کو نقصان پہنچانا۔

(۳) دشمن کے خلاف مسلمانوں کو حوصلہ دینا۔

(4) دشمنوں کے دلوں میں رعب پیدا کر کے ان کے دلوں کو کمزور کرنا کہ وہ دیکھیں کہ تنہا شخص کا یہ حال ہے کہ جان کی پرواہ کئے بغیر ہم پر مسلط ہو گیا ہے تو ایسے انسانوں کے مجمع کا کیا حال ہو گا۔[29]

اس بارے میں احناف کا ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ لڑنے پر شہید ہو جاؤں گا اور نہ لڑنے پر قیدی بن جاؤں گا تو اس پر لڑنا لازم تو نہیں لیکن اگر لڑتے ہوئے شہید ہو گیا تو جائز ہے اگر دشمن کو نقصان پہنچائے، البتہ اگر یقین ہو کہ وہ دشمن کا نقصان نہ کر سکے گا تو اس کا حملہ حلال نہیں کیونکہ اس حملے سے دین کا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔[30] اسی طرح امام محمد بن الحسن سے منقول ہے کہ اگر اکیلا شخص ایک ہزار کفار پر حملہ کرے اور اسے بچ نکلنے یا دشمن کو نقصان پہنچانے کی امید ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[31]

(۳) راز فاش ہونے کے ڈر سے خودکشی کرنا

اگر کسی مسلمان کو کفار نے قید کر لیا ہو اور اس کے پاس مسلمانوں کے اہم راز موجود ہوں اور اسے ڈر ہو اور ساتھ یقین بھی ہو کہ کفار ان پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر ان رازوں کو اس سے حاصل کر لیں گے جس کی بدولت مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان ہو سکتا ہے، اور مسلمانوں کو اس عظیم نقصان سے بچانے کے لئے اگر اس نے خودکشی کر لی تو شریعت میں اس کا یہ فعل جائز ہو گا یا نہیں؟ اس بارے میں فقہی کتابوں میں کوئی حکم صراحت کے ساتھ موجود نہیں، اس بارے میں ابن عابدین لکھتے ہیں، "إلاَّ أَنَّ جُمْهُورَالْفُقَهَاءِأَجَازُوا قِتَال الْكُفَّارِ إِذَا۔۔۔يُتَحَمَّل الضَّرَرُالْخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ

[32] البتہ جمہور فقہاء کے ہاں ایسی حالت میں کفار سے لڑنے کی اجازت ہے اگر کافروں نے مسلمانوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کیا اور یہ یقین ہو کہ کفار کے ساتھ مسلمان بھی مارے جائیں گے تو بھی اس کی اجازت ہے لیکن اس حالت میں ارادہ کفار کو مارنے اور ممکنہ حد تک مسلمانوں کو بچانے کا ہو، ساتھ ساتھ یہ یقین ہو کہ لڑنے سے رک جانے کی صورت میں مسلمانوں کو زبردست نقصان ہو گا، تو اس مسئلے کو بھی ان فقہاء نے اس قاعدہ کی فروعات میں شامل کیا ہے "یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" یعنی عمومی ضرر اور نقصان سے بچنے کے لئے خصوصی ضرر کو اختیار کیا جائے گا کیونکہ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ بڑے یا زیادہ نقصان سے بچ جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے سمندر میں تیرتی کشتی یا جہاز سے خود کو اس وجہ سے گرانے سے منع کیا ہے کہ کشتی کا بوجھ کم ہو اور دوسرے مسافر بچ جائیں، لیکن امام دسوقی نے لکھا ہے کہ قرعہ کے ذریعے نام نکال کر سمندر میں ڈالنا جائز ہے۔ موسوعۃ الفقہیہ میں لکھا ہے کہ جس شخص کو اس بات کا ڈر اور خوف ہو کہ مسلمانوں کے راز فاش ہو جائیں گے، خودکشی کر لے اور اسے اس بات کا بھی یقین ہو کہ کفار ان رازوں کو استعمال کر کے مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچا دیں گے تو یہ صورت ضرر کے موازنہ والی حالت کے مشابہ ہو سکتی ہے اگر اس میں مسلمان کو خود جان دینا ہے اور ڈھال والی صورت میں دوسرے کے واسطے قتل کرنا ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ قید ہوئے بغیر یا قید سے رہائی کا امکان ہو یا اس بات کا احتمال ہو کہ دشمن اس سے راز حاصل نہ کر سکیں گے تو ایسی حالت میں جان دینا جائز نہیں۔[33] اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اگر دشمن کی تعداد زیادہ ہو جیسے صحابہ کے دور میں عموماً ایسا ہوتا تھا لیکن وہ اپنی ایمانی طاقت کی بل بوتے پر ان پر حاوی رہتے لیکن آج کل کے حالات میں ایسی صورت میں کمزور ایمان کے ساتھ ان کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے تو ایسے جان نثار اگر موجود ہوں جو خود کو قربان کر کے دوسرے مسلمانوں کو نقصان سے بچا سکتے ہوں تو ان کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ خود حملہ کر کے دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں، لیکن ان شرائط کا لحاظ کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ یہ حملے غیر مسلم اسلام دشمن عناصر کے خلاف ہوں، اپنے ملک کی فوج یا پولیس یا عام پبلک مقامات جیسے مساجد وغیرہ میں ایسے حملے بالکل ناجائز ہیں۔

خلاصۂ بحث

اسلام نے کسی بھی انسان کے لئے حالات سے تنگ ہو کر خودکشی کرنے سے منع فرمایا ہے بلکہ اسے ان حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی کوشش کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ حالات بدلتے ہیں اور مسائل بھی بڑھتے رہتے ہیں لیکن انسان کو ان مسائل کو حل کرنے اور حالات کو سدھارنے کی اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیئے اور حالات سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ لوگ عموماً جلدی گھبرا کر خود کو حالات کے حوالے کر دیتے ہیں اور پھر خودکشی کی نوبت آجاتی ہے جس کے لئے نت نئے طریقے اپنائے جاتے ہیں جیسے تیز دھار آلہ، زہریلی گیس، بجلی کا کرنٹ، دھماکہ، زہر کھانا وغیرہ۔ اسی طرح کچھ لوگ بیماری سے تنگ آکر علاج کرنا، مباح چیزوں کا استعمال کرنا یا قدرت کے باوجود خطرے کی جگہ سے چلا جانا چھوڑ دیتے ہیں تو یہ صورتیں خودکشی کے حکم میں آتی ہیں۔ البتہ ایسی جگہ میں انسان پھنس جائے کہ جہاں سے نکلنا ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو لیکن دوسری صورت میں بھی موت کا واقع ہونا یقینی ہو تو اس صورت میں موت آجائے تو یہ خودکشی نہ ہو گی۔ اگر کوئی دشمن کے نرغے میں آئے اور جان بچانے کی غرض سے موت کے کنویں میں گر کر مر گیا تو یہ بھی خودکشی نہ ہو گی اور بھگانے والا ذمہ دار ہو گا۔ اسی طرح غالب دشمن کے خلاف خودکش حملہ کرنا جبکہ اسے اس بات کا یقین ہو کہ وہ دشمن کو

زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے زیادہ شر سے بچا سکتا ہے تو ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ یہ حملہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف نہ ہو بلکہ اسلام دشمن عناصر کے خلاف ہو۔

References

[1] Al-Baqarah 2:173.

[2] Al-Isrā 17:33.

[3] *Al-Mausū'ah al-Fiqhiya* (Kuwait: Dār al-Salsil, 1427 A.H), 6:402.

[4] Abū Bakr Aḥmad Ibn 'Alī al-Rāzī al-Jaṣāṣ, *Aḥkām al-Qurān* (Beirūt: Dār al-Turāth al-'Arabi, 145 A.H), 1: 157.

[5] *Al-Mausū'ah al-Fiqhiya*, 6:402.

[6] Al-Jaṣāṣ, *Aḥkām al-Qurān*, 1:157.

7 Ibn 'Abdīn, *Rad al-Muḥtār 'alā al- Dur al-Mukhtār* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1412 AH), 5:215.

[8] Ahmad Ibn Muhammad Shalabī al-Zaylaī, *Tabyīn al-Ḥaqā'iq: Sharḥ Kanz al-Daqā'iq* (Bulāq: Al-Maṭba'ah al-Kubrá al-Amīrīyah, 1313 A.H), 5:190.

[9] Al-Nisā' 4:29.

[10] Al-An'ām 6:119.

[11] Al-Zaylaī, *Tabyīn al-Ḥaqā'iq*, 7:11.

[12] Muwaffaq al-Dīn 'Abdullah Ibn Aḥmad Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī li Ibn Qudāmah*, (Qāhirah: Al-Maktabah, 1388 A.H), 9:632.

[13] Ibn 'Abdīn, *Rad al-Muḥtār*, 5:215.

[14] Muhammad Ibn Aḥmad Ibn Ḥamza al-Ramlī al-Miṣrī al-Anṣārī, *Nihāyat al-Muhtāj ilā Sharḥ al-Minhāj* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1404 A.H), 7:243.

[15] Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī*, 9:326.

[16] Ibn 'Abdīn, *Rad al-Muḥtār*, 5:215.

[17] *Al-Mausū'ah al-Fiqhiya*, 6:408.

[18] Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī*, 10:554.

[19] Al-Zaylaī, *Tabyīn al-Ḥaqā'iq*, 5:190.

[20] Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī*, 10:554.

[21] Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī*, 10:556.

[22] Al-Ramlī, *Nihāyat al-Muhtāj ilā Sharḥ al-Minhāj*, 7:333.

[23] Ibn Qudāmah, *Al-Mughnī*, 9:577.

[24] Shams al-Dīn Abū 'Abdullah Muḥammad Ibn Muḥammad al-Mālikī, *Mawāhib al-Jalīl* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1412 A.H), 6:241.

[25] 'Abd al-Karim Ibn Muhammad al-Rafi'I al-Qazwini, *Al-Sharḥ al-Kabīr*, (Beirūt: Dār al-Fikr), 2:183.

[26] Al-Baqarah 2:208.

[27]Abū Abdullah Muhammad Ibn Ahmad al-Ansārī al-Qurtubī, *Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qurān,* 1:384.

[28] Abū Īsā Muḥammad Ibn 'Īsā al-Tirmidhī, *Sunan al-Tirmidhī*, ed. Muhammad Shākir and Muhammad Fawād 'Abd al-Bāqī, (Egypt: Maktaba Muṣṭafā al-Bānī al-Ḥalabī, 1395 A.H), 5:212.
[29] Al-Jaṣāṣ, *Aḥkām al-Qurān,* 1:116.
[30] Ibn 'Abdīn, *Rad al-Muḥtār*, 4:222.
[31] Al-Qurtubī, *Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qurān,* 2:64.
[32] Kamāl al-Dīn Muhammad Ibn 'Abd al-Wāḥīd Ibn al-Humām, *Fath al-Qādīr* (Beirūt: Dār al-Fikr, n.d), 4:287.
[33] *Al-Mausū'ah al-Fiqhiya,* 6:411.